مختصر تذکرہ حضرت مفتی محمد امرتسریؒ
از
حضرت مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذیؒ
جامعہ حقانیہ ساہیوال سرگودھا
www.alhaqqania.org

مختصر تذکرہ

مخدوم الامۃ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری رحمہ اللہ تعالیٰ

باز گو از نجد و از یاران نجد   تا در و دیوار را آری بوجد

کز برائے صحبت حق سالہا   باز گو رمزے ازاں خوش حالہا

ماہنامہ ''الحسن'' لاہور کا خصوصی نمبر کل پہنچا جو ''حضرت اقدس مرشدی مفتی محمد حسن صاحب امرتسری بانی جامعہ اشرفیہ لاہور، سابق صدر مدرس مدرسہ نعمانیہ ہال بازار امرتسر'' سے متعلق تھا، اس کو بقدر فرصت و ہمت دیکھ کر طبیعت میں تقاضا لکھنے کا ہوا، میری طبیعت کسی تفصیلی تحریر کی متحمل نہیں، دل کا مریض ہونے کے ساتھ ساتھ بینائی بھی کمزور ہو چکی ہے، حافظے کا تو یہ حال ہے کہ یہ بھی یاد نہیں کہ اس وقت جو کچھ لکھوں گا وہ پہلے ہی میں نے کہیں لکھ نہ دیا ہو، تو اب بے ضرورت ہی مشقت ہوگی، لیکن اہل اللہ کی صحبت اور ان کے تذکرے بھی خالی از نفع نہیں ہوتے اس لئے یہی خیال غالب آیا کہ کچھ لکھنا ہی چاہئے اور اس ''بزم حسن'' میں شریک ہونا ہی چاہئے، لانی ؎

احب الصالحین ولست منهم   لعل الله یرزقنی صلاحا

ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی کے ''مفتی اعظم نمبر'' میں بھی ''تربیت باطنی'' کے تحت احقر حضرت مفتی صاحب کا مختصر تذکرہ لکھ چکا ہے۔

مدرسہ خانقاہ اشرفیہ

اس ناکارہ کی ظاہری تعلیم حکیم الامت حضرت تھانوی کے مدرسہ خانقاہ میں شروع ہوئی، حضرت والد صاحب قدس سرہ (مفتی سید عبدالکریم گمتھلوی) حضرت حکیم الامت کے خاص صحبت یافتہ اور وہاں کے مدرسہ کے مفتی رہے تھے، ناکارہ بھی ہمراہ رہا اور حضرت حکیم الامت کی زیارت و صحبت بلکہ تبرکا بیعت کی سعادت سے بھی مشرف ہوا، اگرچہ یہ ناکارہ ؎

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل   کہ خضر از آب حیواں تشنہ می آرد سکندر را

کا مصداق بن کر رہ گیا، البتہ حسب بشارت حضرت اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہم القوم الذی لا یشقی جلیسہم امید ہے کہ محرومی نہ رہے گی، اس پر اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ادا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ نے قطب دوران، مجدد زمان حکیم الامت کے جلیس ہونے کی دولت سے نوازا اور مجلس بابرکت کی باریابی اور حاضری سے مشرف و معزز فرمایا، امید ہے کہ بقول حضرت خواجہ عزیز الحسن صاحب مرحوم ''میخانہ کا محروم بھی محروم نہیں ہے'' ان شاء اللہ العزیز محرومی نہ ہوگی، و ما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

میرے محترم بھائی مولانا محمد عبید اللہ صاحب زاد فیضہم حضرت مفتی صاحب کے ہمراہ ہر سال ماہ رمضان المبارک تھانہ بھون کی خانقاہ اشرفیہ میں ہی گزارتے تھے، احقر تو کھیل کود میں ہی وقت گزارتا تھا، برادرم موصوف حسب فرصت ہماری اس کھیل کی ٹیم میں شرکت کر لیتے، خاص کر دوپہر کو چھٹی کے وقت حضرات اہل خانقاہ شب بھر کے ذکر و اذکار سے تھکے ہوئے آرام فرماتے تھے اور ہم اپنے کھیل کود کے کاروبار میں مشغول ہو جاتے، میدان خانقاہ کے سامنے اور متصل ہی تھا، جب اذان ظہر ہوتی تو اکثر حضرت مفتی صاحب خانقاہ کے دروازے پر آ کر آواز دیتے عبید اللہ، عبدالشکور! یہ آواز سنتے ہی سب کھیل ختم اور مسجد میں آ جاتے تھے۔

مجھے ایک دن (روزے کی حالت میں) پیاس لگی ہوئی تھی، حضرت مفتی صاحب کی آواز سنتے ہی مسجد کی طرف بھاگے، وہاں دروازے میں داخل ہوتے ہی کنواں ہے اور پانی بھی مٹکوں میں رکھا ہوتا تھا، جاتے ہی مٹکے میں سے پانی پینا شروع کر دیا کسی نے روکا نہیں اور روکنے سے ہوتا کیا، بس پانی بھی پی لیا اور روزہ بھی رہ گیا، حضرت مفتی صاحب بھی مسکراتے رہے، پہلے شاید یہ خیال ہوگا کہ روزہ رکھا ہوا نہیں ہے۔

ایک خاص اعزاز

برادر محترم ہمارے ساتھ بس کھیل کے شریک تھے، تعلیم میں وہ ہم سے بہت فائق تھے اور اعزاز میں تو ان کا کوئی سہیم و شریک ہی نہیں کہ ان کی ہر کتاب کی ابتدا حضرت حکیم الامت نے کرائی، کوئی ایک آدھ طالب علم ایسا ہوگا جس نے حضرت حکیم الامت سے ایک دو کتابوں کی بسم اللہ کی ہو ورنہ ہمارے برادر محترم ہر کتاب میں

حضرت حکیم الامت کے تلمیذ ہیں ؂

ایں سعادت بزور بازو نیست　　تا نہ بخشد خدا ئے بخشندہ

بارک اللہ فی عمرہ وفی حیاتہ اٰمین ثمّ اٰمین۔

بہرحال اس ناکارہ کی مثال تو وہی ہوگئی کہ بارہ برس دلی میں رہے اور بھاڑ ہی جھونکا، واقعی استعداد ہی نہ ہو اور عمل کی جگہ صفر ہو تو مرشد کامل اور خضر طریق کی صحبت سے بھی کچھ ہاتھ نہیں آتا جیسا کہ پہلے شعر میں گزر چکا ہے۔

تجدید بیعت

حضرت مفتی صاحب پر فنائیت فی الشیخ غالب تھی اور حدیث من تواضع اللہ رفعہ اللہ کے صحیح مصداق تھے، اس لئے حضرت حکیم الامت تھانوی کی وفات کے بعد جب احقر نے اپنی تربیت کا باضابطہ تعلق حضرت مفتی صاحب سے کیا اور تجدید بیعت کی درخواست کی تو اس پر تحریر فرمایا ''تم کو بیعت کی ضرورت نہیں'' البتہ اصلاحی تعلق کی اجازت دے دی، اس سلسلہ میں بعض خطوط ارسال کرنے کی نوبت بھی آئی۔

بارہ تسبیح

ایک مرتبہ لاہور حاضری پر بکمال شفقت دوازدہ تسبیح معمولہ مشائخ کی تعلیم بھی دی اور خود کر کے دکھلایا، بحمد اللہ حضرت مفتی صاحب کی برکت سے اس پر عمل کی توفیق ہوتی رہی۔

ملفوظات حکیم الامت رحمہ اللہ

جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد بالائی منزل پر حضرت مفتی صاحب کی بوجہ معذوری نشست گاہ تھی، وہیں ظہر کے بعد کچھ دیر کیلئے مجلس ہوتی اور فنائیت فی الشیخ کا اس میں ظہور ہوتا کہ اپنے ملفوظات کی بجائے عزیز محترم مولانا عبید اللہ صاحب سلمہ سے حضرت حکیم الامت تھانوی کے ملفوظات پڑھائے جاتے۔

عظیم بشارت

ایک دن ملفوظات پڑھتے ہوئے اذان عصر ہوگئی، مسجد قریب ہی ہے، اذان کے بعد فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مؤذن کے ساتھ اذان کے کلمات جواب میں کہے اور پھر دعاء وسیلہ پڑھے تو میں اس کی شفاعت کروں گا، اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اذان کا جواب دے اور دعاء وسیلہ پڑھے اس کی موت ایمان پر آئے گی، جب ہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شفاعت کا وعدہ فرما رہے ہیں، آپ کافر کی شفاعت تھوڑا ہی کریں گے (شفاعت کبریٰ کے علاوہ) حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ اس حدیث میں اس عمل کرنے والوں کو بشارت دی ہے کہ ان کی موت ایمان پر ہوگی، سبحان اللہ! کیا عجیب استنباط فرمایا، ساری عمر یہ حدیث پڑھتے پڑھاتے گزر جاتی ہے بس اس سے جواب اذان اور دعاء وسیلہ کرنے کی فضیلت ہی بیان کی جاتی ہے آگے ذہن جاتا ہی نہیں ہے کہ اس میں کس قدر عظیم بشارت موت علی الاسلام کی مخفی ہے، اللہ تعالیٰ فہم سلیم اور عمل مستقیم کی دولت سے نوازیں، آمین۔

آیت کی تشریح

ایک مرتبہ مجلس میں احقر بھی حاضر تھا، احقر کو مخاطب ہو کر فرمایا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتّبعونی یحببکم اللہ میں ربط کس طرح ہے؟ احقر کیا عرض کرتا خاموش رہا، عرض کیا حضرت فرمائیں، تو فرمایا پھر بتلائیں گے، احقر کو ساہیوال واپس آنا تھا، اجازت لے کر واپس آ گیا، دل میں خلجان رہا واپس لاہور حاضر ہوا، اوپر اطلاع کی، حضرت مفتی صاحب نے اوپر ہی بلالیا حالانکہ وہ وقت ملاقات کا نہیں تھا دوپہر کا وقت تھا، احقر نے عرض کیا کہ احقر اس آیت مبارکہ کے سلسلہ میں خلجان رفع کرنے آیا ہے، بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اتنے محبوب ہیں کہ جو ان کی چال چلتا ہے یعنی اتباع کرتا ہے وہ بھی اللہ تعالیٰ کا محبوب ہو جاتا ہے، ان کنتم تحبون اللہ سے اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا طریقہ معلوم کرنا تھا، اللہ تعالیٰ نے فاتّبعونی میں محبوب بننے کا طریقہ بتلا دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے صرف ''محب'' ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے، فللّٰہ درّہ۔

پیر مہر علی شاہ صاحب کا تذکرہ

ایک مرتبہ فرمایا تم نے پیر مہر علی شاہ صاحب کی کتاب ''اعلاء کلمۃ اللہ'' کے آخری ورق ''الاعتبار'' کا عنوان پڑھا ہے، احقر نے عرض کیا پڑھا ہے، حضرت مفتی صاحب نے فرمایا اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ جس طرح حلال جانور کا آخری سانس اللہ کے نام کے بغیر نکل جاتا ہے تو وہ جانور مردار، حرام ہوجاتا ہے، ارشاد ربانی ہے ولا تاکلوا ممّا لم یذکر اسم اللہ علیہ وانّہ لفسق اس طرح انسان کا جو سانس اللہ تعالیٰ کے نام کے بغیر نکلتا ہے وہ مردار ہوتا ہے (پاس انفاس کی صوفیاء کرام اسی لئے مشق کراتے ہیں تاکہ کوئی سانس بغیر اللہ کے نام کے نہ نکلے، جاگتے میں نہ سوتے میں) حضرت مفتی صاحب نے یہ واقعہ بھی سنایا کہ ایک صوفی عبدالرحمن نامی نے ایک رسالہ توحید وجودی پر لکھا، پیر صاحب موصوف نے جواب لکھا اور اس کے نام کی تعریف حضرت حکیم الامت تھانوی نے بھی فرمائی تھی، غالباً ''کلمۃ الحق'' نام تھا۔

حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ اس زمانہ میں اپنے علاقہ کے جس عالم کے پاس پڑھتا تھا ان کے پیر صاحب موصوف ہم سبق ساتھی تھے، انہوں نے پیر صاحب کے نام ایک خط اس رسالہ کے بارہ میں لکھا تھا کہ صوفی عبدالرحمن کے رسالہ کی فلاں شق کا جواب آپ کے رسالہ میں نہیں آیا اور وہ دستی میرے ذریعہ پیر صاحب کے پاس بھیجا تھا، مفتی صاحب فرماتے تھے کہ پیر صاحب نے اس کے جواب میں صرف یہ کہا کہ بندہ کو استیعاب مقصود نہیں تھا۔ پیر صاحب کی کتاب ''سیف چشتیائی'' کا حوالہ ردقادیانی کے سلسلہ میں حضرت حکیم الامت تھانوی نے آیت بل رّفعہ اللہ الیہ کے تحت تفسیر بیان القرآن میں بھی دیا ہے۔

نماز جنازہ میں بطور دعا سورۂ فاتحہ پڑھنا

دوپہر کی حاضری کے وقت (غالباً احقر کی وہ آخری حاضری ہوگی) یہ بھی فرمایا کہ میرے استاد مولانا نوراحمد صاحب نقشبندی امرتسر کی عیدگاہ کے امام تھے، انہوں نے مجھے عیدگاہ کا امام مقرر فرمایا اور وصیت فرمائی کہ میرے جنازے کی نماز تم پڑھانا اور اس میں سورۂ فاتحہ بھی پڑھنا۔ احقر نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی نے بھی اپنے وصیت نامہ میں یہ ارقام فرمایا ہے، تو حضرت اس موافقت سے بڑے خوش ہوئے اور بار بار فرمایا کہ تم نے خود پڑھا ہے، احقر نے عرض کیا وہ وصیت نامہ طبع شدہ ہے اور ''مالابدمنہ'' کے آخر میں لگا ہوا تھا، اب شاید نہیں ہے۔ حضرت مفتی صاحب جب لکھی بات سے خوش ہوتے بار بار اس کا تکرار فرمایا کرتے تھے، ذکر ہوتے ہوتے یہ بھی ذکر آ گیا کہ بطور دعا فاتحہ کا جنازہ کی نماز میں پڑھنا فقہائے احناف نے بھی لکھا ہے، حضرت مفتی صاحب نے فرمایا اس کو عام لوگوں کو نہیں بتلانا چاہئے

۔

ایک مجلس میں فرمایا مولانا داؤد غزنوی ملنے آئے تھے انہوں نے عجیب بات بیان کی کہ حدیث میں لاصلوٰۃ الاّ بفاتحۃ الکتاب آیا ہے، شوافع لا کی نفی سے ڈر گئے اور انہوں نے صلوٰۃ جنازہ میں بھی جس کی حقیقت دعا ہے ''فاتحہ'' کو ضروری قرار دے دیا کہ بغیر فاتحہ اس کی بھی نفی نہ ہوجائے، اصل میں تقویٰ اور خوف دل کی کیفیت ہے، جس کے اندر یہ زیادہ ہوگا وہ شبہات سے بچے گا اور یہی تقویٰ ہے، آج کل لوگوں نے اس کو جنگ وجدال کا ذریعہ بنالیا ہے جو قابل اصلاح بات ہے۔

قربانی کیلئے جانور کا ذبح کرنا

خطیب شاہی مسجد لاہور مولانا غلام مرشد کی طرف سے جب قربانی کے مسئلہ پر بے احتیاطی کی خبر اخبارات میں شائع ہوئی تو حضرت مفتی صاحب نے معزز علماء کرام اور صاحب قلم لوگوں کو جمع کر کے اس کے خلاف اجتماعی بیان دیا اور تین جمعہ تک جامع مسجد نیلا گنبد میں جمعہ سے پہلے اس پر بیان فرماتے رہے اور ثابت فرمایا کہ قربانی جان کا بدلہ ہے مال کا نہیں، مال کے دینے سے بغیر ذبح کے قربانی ادا نہ ہوگی، یہ تینوں تقریریں حضرت مفتی صاحب کی شائع شدہ ہیں ''انوار العلوم'' میں شائع ہوئی تھیں۔

تعمیر مسجد کی فضیلت

مسجد حسن کی چھت بن گئی پر صحن بے فرش تھا، جمعہ کے بعد حضرت الاستاذ مولانا محمد ادریس کاندھلوی کا وعظ ہوا جس کی وہ پورا سال تیاری کیا کرتے تھے، شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی بھی خوب محظوظ ہو رہے تھے، شروع پارہ سیقول پر تفصیلی بیان عصر کی اذان تک ہوا، اذان کیلئے وقت ہوا تو حضرت مفتی صاحب نے خلاف معمول فرمایا سب رک جائیں میں نے کچھ کہنا ہے، یہ تو مجمع کی خواہش اور آرزو تھی سب بیٹھے رہے، حضرت مفتی صاحب نے حدیث من بنٰی اللہ مسجدا بنی اللہ لہ بیتا فی الجنۃ پڑھی اور فرمایا کہ اس میں ولو کمفحص قطاۃ کی بھی زیادۃ ہی قطاۃ بہت چھوٹا پرندہ ہے چڑیا سے بھی چھوٹا، کنویں میں اکثر گھونسلہ بناتا ہے، مطلب یہ ہے کہ جو شخص قطاۃ کے گھونسلہ کی مقدار بھی مسجد میں حصہ لے گا اس کیلئے بھی جنت میں بہت بڑا محل تیار کیا جائے گا (بیتاً میں تنوین تعظیم کی ہے) دس

منٹ کے قریب حضرت مفتی صاحب نے ایسی تقریر فرمائی کہ مجمع بے خود ہو گیا، خصوصاً جب حضرت مفتی صاحب نے یہ فرمایا کہ یہ بات ہمیں تھانہ بھون کی خانقاہ سے حاصل ہوئی تو خود بھی حضرت مفتی صاحب بے خود ہو گئے اور مجمع بھی اپنی حالت میں نہ رہا اور حضرت مفتی صاحب بار بار فرما رہے تھے تھانہ بھون عجیب تھا، حضرت تھانوی عجیب تھے، بس اس پر وعظ ختم ہو گیا، جماعت عصر شروع ہو گئی، اس عجیب وغریب وعظ کے بعد پھر احقر نالائق کو حضرت مفتی صاحب کی مجلسوں میں شرکت کا شرف تو حاصل ہوتا رہا مگر وعظ سننے کی سعادت پھر حاصل نہیں ہوئی۔

حکیم الامت حضرت تھانوی سے عقیدت ومحبت

حضرت مفتی صاحب کی کوئی مجلس ہی شاید حضرت تھانوی کے ذکر سے خالی ہوتی ہوتو ہو، مجلس میں کسی نہ کسی طریقہ سے حضرت تھانوی کا ذکر یا ملفوظ کا آنا ناگزیر تھا، آپ من احبّ شیئا اکثر ذکرہ کے پورے مصداق تھے۔ حافظہ ایسا عمدہ تھا کہ حضرت تھانوی کے ملفوظات بلفظہٖ یاد تھے اور محبت کا بھی اس میں دخل تھا، محبوب کی نہ صرف بات یاد رہتی ہے بلکہ اس کی ہیئت اور ادا کی کیفیت بھی یاد رہتی ہے۔ ایک مرتبہ یہ احقر رخصتی مصافحہ کر رہا تھا حضرت مفتی صاحب نے ایک ملفوظ حضرت تھانوی کا سنایا اور ساتھ ہی فرمایا یہ حضرت (تھانوی) کے الفاظ ہیں محمد حسن (یعنی حضرت مفتی صاحب) اگر چاہے بھی تو ایسے الفاظ نہیں بنا سکتا۔

جب اس چودھویں صدی کے بزرگوں کے یہ آثار طیبہ ہیں تو اس پر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق ومحبت کا حال معلوم کر کے غور کرو کہ انہوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال واحوال کو کس قدر یاد رکھا ہوگا اور آپ کی احادیث کو کس درجہ ضبط کیا ہوگا۔

ع قیاس کن زگلستان من بہار مرا

اب اس داستان عشق ومحبت کو ایک واقعہ محبت پر ختم کرتا ہوں۔

حاضری کا ایک واقعہ

ایک مرتبہ یہ احقر صبح کے وقت نیلا گنبد کے جامعہ اشرفیہ میں حاضر ہوا سردی کا موسم تھا حضرت مفتی صاحب نے اوپر بلا لیا، ایک صاحب پہلے سے بیٹھے تھے حضرت مفتی صاحب نے مجھ سے پوچھا ناشتہ کرنا ہے، احقر نے عرض کیا جی ہاں کرنا ہے، گھنٹی بجائی اسے ناشتہ کیلئے فرمایا، حضرت مفتی صاحب چارپائی پر تشریف فرما تھے برابر میں ایک میز تھی اس پر ایک اخبار کی کٹنگ رکھی تھی، حضرت مفتی صاحب نے فرمایا یہ پڑھو، احقر اٹھا وہ کٹنگ اخبار کی ہی تھی، اندر سے ناشتہ آ گیا، ہم نیچے فرش پر بیٹھے تھے تو حضرت مفتی صاحب متوجہ ہوئے جھک کر پوچھا کیا ہے؟ احقر نے عرض کیا چائے ہے، پھر پوچھا اور کیا ہے؟ احقر نے عرض کیا گاجر کا حلوہ ہے، فرمایا کھاؤ سردی کے موسم میں عجیب تحفہ ہوتا ہے اور پھر حضرت مفتی صاحب کے گھر سے اس تبرک کو کیسے کھائیں، مگر ہم جیسے ناقدروں، نالائقوں کو ایسے قابل قدر تحفوں کی کیا قدر؟ احقر ناشتہ سے فارغ ہوا وہ اخباری کٹنگ پڑھی پھر اس میز پر رکھ دی جہاں سے اٹھائی تھی، یہ بھی آداب اشرفیہ میں بڑی اہمیت کا ادب تھا کہ جس جگہ سے چیز اٹھاؤ اسی جگہ رکھو تا کہ دوسرے کو پریشانی نہ ہو وہ ڈھونڈتا نہ پھرے، المسلم من سلم المسلمون من لّسانہ ویدہ میں یہ بھی داخل ہے، ہر عمل سنت کے مطابق اس کا ماخذ حدیث پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم، یہ دربار اشرفیہ سے تربیت حاصل کرنے والوں کی ہی خصوصیات میں سے ہے۔

جب میز پر وہ کٹنگ رکھ چکا تو حضرت مفتی صاحب نے ان صاحب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ آپ نے بھی یہ کٹنگ پڑھی تھی مگر آپ کو اس کے پڑھنے سے اتنی خوشی نہیں ہوئی جتنی عبدالشکور کو اس کے پڑھنے سے ہوئی کیونکہ اس نے حضرت تھانوی کو دیکھا ہے آپ نے نہیں دیکھا۔

اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ احقر کے پڑھتے ہوئے حضرت مفتی صاحب احقر کے چہرہ بشرہ پر نظر رکھے ہوئے تھے اور مخفی طریقہ پر دونوں پر ہونے والے آثار کا موازنہ کر رہے تھے، حضرت مفتی صاحب کا ارشاد بالکل حق اور صحیح ہے ولقد صدق من قال ؎

شنیدہ کے بود مانند دیدہ   ترا دیدہ ویوسف را شنیدہ

حضرت مفتی صاحب کی للّٰہیت

ایک واقعہ مولانا مفتی محمد شفیع سرگودھوی مرحوم کا سنایا ہوا یاد آ گیا، انہوں نے امرتسر میں حضرت مفتی صاحب سے چار سال میں موقوف علیہ تک تمام کتابیں پڑھ

لیں، پھر حضرت علامہ انور شاہ صاحب کے مشورہ سے پہلے مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب سے پھر دیوبند سے فراغت کے بعد اپنے وطن سے قریب خوشاب کی جامع مسجد میں ایک عرصہ تک خطیب رہے، اسی زمانہ میں حضرت مجدد صاحب کے روضہ مبارک پر سرہند حاضری ہوئی، واپسی پر حضرت مفتی صاحب سے ملاقات کیلئے امرتسر بھی اتر گئے، حضرت مفتی صاحب سے ملاقات مسجد نور میں ہوئی، وہ وہاں درس قرآن دیا کرتے تھے، درس کے بعد گھر لے گئے، کھانا کھلایا، حالات معلوم کئے، میری زبان سے اہل بدعت کے بارہ میں ذرا سخت الفاظ نکل گئے تو حضرت مفتی صاحب نے روک دیا، میں نے عرض کیا کہ جب ہم آپ کے پاس پڑھتے تھے تو ایک بہت بڑے بدعتی کے انتقال کی خبر اخبار میں پڑھ کر آپ نے بڑا سخت کلمہ فرمایا تھا، اب اس سے بھی کم درجے کے الفاظ سے منع فرمایا جارہا ہے، فرمایا اس وقت ہم تھانہ بھون حاضر نہیں ہوئے تھے جب سے وہاں حاضری ہوئی اپنی برائیاں سامنے آگئیں اور دوسرے کی برائیاں پیچھے چلی گئیں، پہلے اپنی برائیاں پیچھے تھیں اور دوسرے کی برائیاں سامنے نظر آتی تھیں اس لئے ان کی اصلاح کی فکر تھی اب اپنی اصلاح کی فکر ہے۔

حضرت مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلوی کا تذکرہ

حضرت مفتی صاحب نے ایک مجلس میں احقر کو مخاطب کر کے فرمایا تمہارے والد مولانا مفتی عبدالکریم ایک مرتبہ امرتسر تشریف لائے اور طلبہ کا امتحان لیا، ایک سوال یہ کیا کہ لفظ ''مہتمم'' میں دومیم جمع ہیں صرفی قاعدہ سے ادغام ہونا چاہئے تھا اس میں ادغام کیوں نہیں ہوا؟ حضرت مفتی صاحب نے طلبہ کا جواب بھی ذکر فرمایا تھا جو مجھے اب یاد نہیں رہا، بہر حال اتنا سوال یاد ہے۔

اعمال صالحہ کا فائدہ

ظہر کے بعد کی ایک مجلس میں فرمایا کہ بندہ نیک اور صالح بن جائے تو اس کیلئے ہر نمازی مشرق ومغرب اور تمام سمتوں سے نماز میں دعا کرتے ہیں جیسا کہ التحیات میں السّلام علینا وعلٰی عباد اللہ الصّالحین میں دعا کی تعلیم دی گئی ہے۔

تتمہ

قد کنت کتبت ہٰذہ الوریقات فی مجلس واحد فی عدۃ ساعات وختمت ولکن لاح لی بعد ذٰلک بعض الواقعات یناسب ذکرہا ہٰہنا فاذکرہا تذکرۃ للنّاظرین۔

طریق اصلاح

حضرت مفتی صاحب حضرت والد ماجد کے تعلق کے سبب احقر سے بہت ہی محبت وشفقت کا معاملہ فرماتے تھے، اس کے ساتھ ہی اصلاح وتربیت کا خصوصی خیال فرماتے تھے۔ حضرت مفتی صاحب کی مجلس میں سرکاری سکہ نوٹ کا ذکر آیا، حضرت مفتی صاحب نے حضرت تھانوی قدس سرہ کی تحقیق کا ذکر فرمایا کہ حضرت کے نزدیک یہ سند اور رسید ہے، احقر بھی مجلس میں حاضر تھا احقر نے جرأت کی اور یقیناً بے محل تھی، عرض کیا کہ فلاں بزرگ عالم ایک روپیہ کے نوٹ کو مال قرار دیتے ہیں کیونکہ اس پر وہ عبارت لکھی ہوئی نہیں ہوتی جو دوسرے نوٹوں پر ہوتی ہے جس سے نوٹ کا سند اور رسید ہونا معلوم ہوتا ہے، یہ بات چونکہ مجلس کے موضوع اور آداب کے خلاف اور مجلس کو بحث کی مجلس بنادینے والی تھی اس پر فوراً تنبیہ فرمائی اور فرمایا کہ یہ مجلس مسائل کی تحقیق کی نہیں ہے، احقر کو بھی محسوس ہوا یہ عرض اس وقت مناسب نہیں تھی، ایک عریضہ میں اس پر معذرت لکھی تو حضرت مفتی صاحب نے خوشی کا اظہار فرمایا، شفقت ومحبت کے ساتھ اصلاحی پہلو غالب رہتا تھا۔

اسی طرح خیر المدارس ملتان کے جلسہ پر حضرت مفتی صاحب تشریف لے گئے، احقر بھی حاضر ہوا اور ملاقات کی مگر آداب ملاقات کے خلاف اپنا تعارف نہیں کرایا تو حضرت مفتی صاحب نے اصلاح میں فرمایا کہ حضرت تھانوی کے یہاں تھانہ بھون لوگ جاتے تھے تو اپنا نام وغیرہ بتلاتے اور تعارف کراتے تھے۔

حضرت مفتی صاحب کی اصلاح برمحل تھی، اس کوتاہی پر ندامت ہوئی، حضرت مفتی صاحب اس وقت معذوری کی وجہ سے مدرسہ میں اپنے کمرہ سے دوسرے کمرہ میں دوآدمیوں کے سہارے سے تشریف لے جارہے تھے، ایسے وقت میں بھی اپنے وظیفۂ اصلاح کا حق ادا فرمایا جزاہم اللہ خیر الجزاء۔

مجسمۂ صبر وشکر

حضرت مفتی صاحب کا یہ ارشاد تو بہت مشہور ہے کہ اللہ تعالٰی کی مہربانی ہے کہ ایک ٹانگ لے لی اور کئی ٹانگیں اس کے بدلے میں دے دیں، اس تکلیف کو جس

انداز سے برداشت فرمارہے تھے اوراس کا تذکرہ جس عجیب بشاشت سے فرمایا کرتے تھے صبر وشکر کا عجیب طرح سے اظہار تھا، یہ کاملین اورواصلین صبر وشکر کے جامع حضرات کا ہی حصہ ہے اللّٰھمّ اجعلنا من التّابعین لھم اٰمین۔

شفقت کا ایک واقعہ

۱۹۴۹ء میں بے سروسامانی کا زمانہ تھا، ساہیوال میں بھی معاش کا کوئی ظاہری سامان نہ تھا، حضرت مفتی صاحب نے ازراہ شفقت خود ہی پیر جی عبداللطیف صاحب مرحوم سابق ناظم جامعہ اشرفیہ سے والا نامہ لکھوایا کہ بھیرہ ضلع سرگودھا میں مدرسہ خضریہ ہے، حاجی عبداللہ صاحب پراچہ منتظم ہیں، یہ حضرت تھانوی سے بیعت ہیں، اگر اس مدرسہ سے تعلق ہوجائے تو دیکھ لو، اس کے قریب قریب الفاظ تھے والا نامہ اس وقت سامنے نہیں، یہ سارا مضمون یاد سے ہی لکھا گیا ہے۔

احقر بھیرہ گیا ایک شب قیام کیا، حاجی صاحب مرحوم کے پاس ہی قیام کیا، صبح کو مدرسہ بھی دیکھا، ابتدائی حالت میں تھا، حاجی صاحب کی شرافت ولیاقت کیلئے یہی کافی تھا کہ وہ حضرت اقدس تھانوی سے بیعت اور حضرت مفتی صاحب سے متعلق تھے مگران کے خاندان کے ایک صاحب وزیر تھے، وہ آئے ہوئے تھے اور ہر طرف سے لوگ اپنے اپنے کاموں کیلئے بکثرت جمع تھے، ہر طرف کاریں ہی کاریں نظر آرہی تھیں، یہ منظر خلاف طبیعت تھا اس کو دیکھ کر طبیعت گھبرا گئی اور اگلے روز ہی وہاں سے واپسی ہوگئی اور حضرت مفتی صاحب کو اطلاع کردی گئی، حضرت والد ماجد حیات تھے ان سے بھی معذرت کردی گئی، ہر واقعہ سے حضرت کی شفقت ظاہر ہوتی ہے۔

اہل اللہ سے تعلق کی ضرورت واہمیت

ایک بہت بڑے عہدہ دار حضرت مفتی صاحب سے تعلق رکھتے تھے، ان کے والد صاحب مرحوم سے بھی حضرت مفتی صاحب کا خصوصی تعلق تھا، انہوں نے سرگودھا کے علاقہ میں شاہ پور وغیرہ میں کئی مقامات پر حضرت مفتی صاحب کے وعظ کہلائے تھے، سیال شریف پنجاب کی مشہور گدی ہے حضرت مفتی صاحب کا وہاں بھی وعظ کہلایا، پاکستان بننے سے پہلے کے یہ واقعات ہیں، اس وعظ میں حضرت مفتی صاحب نے یہ بھی فرمایا تھا کہ بزرگوں کے پاس کیا چیز ہوتی ہے جو دنیا اس کے حاصل کرنے کیلئے ان کے درباروں میں حاضری دیتی ہے اور وہ چیز سوائے بزرگوں کے اور جگہ نہیں ملتی؟ وہ چیز تعلق مع اللہ ہے یہ سوائے بزرگوں کی صحبت کے کہیں نہیں ملتا، اس کے حاصل کرنے کیلئے اللہ والوں کے پاس ہجوم لگا رہتا ہے (اوکما قال) ان کا انتقال پاکستان بننے کے بعد لاہور میں ۱۹۴۹ء میں غالباً ہوا تو حضرت مفتی صاحب لاہور سے ان کے جنازہ کے ساتھ رادھن تشریف لائے، یہ گاؤں ساہیوال سے سات میل پر سرگودھا جاتے ہوئے آتا ہے، میرے والد صاحب بھی ساہیوال سے ان کے جنازہ پر رادھن تشریف لے گئے تھے، ان صاحب کا آبائی وطن صابووال شاہ پور کے قریب ہے، وہاں کیلئے حضرت مفتی صاحب نے پیر جی عبداللطیف مرحوم سے خط لکھوایا مگر وہاں جانا نہیں ہوا۔

حضرت مفتی صاحب کی شفقت ومحبت کے واقعات جو اس ناکارہ پر بغیر استحقاق ہوتے رہے ان کا احاطہ کیسے کیا جاسکتا ہے، حافظہ پہلے بھی اچھا نہیں تھا اب ۷۸ سال کی عمر اور امراض میں گھر کر بالکل صفر ہوگیا، جو کچھ یاد آتا رہا ارتجالاً لکھتا چلا گیا، جو شروع میں لکھی تھی اس کو آخر میں لکھ کر اس داستان محبت کو ختم کرتا ہوں۔

؎ احب الصالحین ولست منھم　　لعل اللہ یرزقنی صلاحا

کمال شفقت

اب ایک واقعہ نہایت شرمندگی کے ساتھ بطور تحدیث بالنعمۃ لکھتا ہوں کہ جب حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی قدس سرہ کا جامعہ اشرفیہ میں بطور مفتی کے تقرر ہوا تو کام کی کثرت کے پیش نظر حضرت مفتی صاحب سے عرض کیا کہ ساہیوال سے عبدالشکور کو بلا لیا جائے تو افتاء کے کام میں مدد مل جائے گی، ایک دو سبق بھی وہ پڑھا لے گا، حضرت مفتی صاحب اس پر آمادہ ہوگئے، خیر بات یہ ہوئی کہ حضرت مفتی صاحب نے اس کا تذکرہ حضرت مولانا خیر محمد صاحب سے فرمایا تو انہوں نے فرمایا کہ تجویز تو اچھی ہے مگر ساہیوال کا مدرسہ نیا ہے، ماحول بھی اجنبی ہے، عبدالشکور تو وہاں رہ رہا ہے اس کی جگہ شاید دوسرا عالم وہاں کے حالات کو برداشت نہ کرسکے، ان حضرات نے بھی اس پر اتفاق کرلیا ورنہ احقر کیلئے بڑی شرمندگی کا باعث تھا کہ اس دریائے علم میں اس قطرہ کا کیا حال ہوتا، بقول حضرت سعدی علیہ الرحمہ ؎

یکے قطرہ از ابر نیساں چکید　　خجل شد چوں پہنائے دریا پدید

سوائے شرمندگی اور خجالت کے جامعہ اشرفیہ سے اس نالائق کو اور کیا حاصل ہوتا، حضرت سعدی تو قطرہ کی خجالت کا دریا کے سامنے ذکر فرمارہے ہیں یہ نالائق تو اس دریائے علوم کے سامنے قطرہ بھی نہیں، یہ صرف محبت وشفقت کے کرشمے تھے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے، احقر ان کیلئے سوائے دعا خیر کے اور کیا کرسکتا ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ سے بیعت کا واقعہ

اہل علم کے مواعظ میں اپنے اکابر کے واقعات کا تذکرہ برائے عبرت ونصیحت بہت مفید اور نہایت ہی مؤثر ثابت ہوا ہے اور یہ معمول ہمیشہ سے ہمارے حضرات اکابر کا رہا ہے کہ وہ اپنے مواعظ اور ملفوظات میں بزرگوں کے ایمان افروز واقعات کا ذکر کرتے ہیں، اسی سلسلہ کا ایک واقعہ مرشدی حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب امرتسری کی حضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہ سے بیعت کا بھی ہے اس کا تذکرہ کرنا مناسب معلوم ہوا، اس میں کئی پہلو سبق آموز اور افادیت کے ہیں۔ ایسے واقعات چونکہ اکثر سماعی ہوتے ہیں اور نقل در نقل میں کچھ تھوڑا بہت تعبیر والفاظ کا فرق بھی ہو جاتا ہے جو نفس مقصد کیلئے مضر نہیں ہے، اصل مقصد پر نظر رہنی چاہئے۔

آپ کے الصیانۃ بابت ماہ صفر ۱۴۱۶ھ میں اس کا مختصر طور پر ذکر پڑھ کر احقر کا ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ احقر بھی اس واقعہ کے بارہ میں کچھ عرض کرے ، الصیانۃ میں ضمناً ذکر آیا ہے یہ مستقلاً ہو جائے گا۔

۱۳۴۰ھ کے بعد کی بات ہے کہ یہ واقعہ بیعت پیش آیا، اس سے پہلے حضرت مفتی محمد حسن صاحب امرتسر مدرسہ نعمانیہ میں صدر مدرس تھے اور علم معقول ومنقول کے درس میں آپ کو ید طولیٰ اور کامل دستگاہ حاصل تھی، علم معقول منطق میں سلم کی شرح ''ملاحسن'' کے نام پر ''ملاحسن'' کے لقب سے طلبہ میں آپ مشہور تھے اور سلم کی شرح ''حمد اللہ'' اس طرح پڑھاتے تھے کہ شاید ہی دوسرا کوئی شخص اس طرح پڑھاتا ہو، حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری رحمۃ اللہ علیہ جو خود منقولی ہونے کے ساتھ بہت بڑے معقولی بھی تھے حضرت مفتی محمد حسن صاحب کا حمد اللہ کا سبق مسئلہ وجود رابطی کے بارہ میں سن کر بہت مسرور ہوئے تھے اور حضرت مفتی صاحب کے معقولی ہونے کا اعتراف فرمایا تھا۔

یہ واقعہ خانقاہ تھانہ بھون کا ہے، رمضان المبارک میں حضرت مفتی صاحب مع برادرم مولانا قاری عبید اللہ صاحب زید مجدہم مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور ایک ماہ وہاں قیام کیا کرتے تھے اور یہ معمول حضرت مفتی صاحب کا حضرت تھانوی کی وفات تک رہا، وہاں ''حمد اللہ'' کا یہ سبق مولانا عبید اللہ صاحب کو حضرت مفتی صاحب پڑھا رہے تھے، غالباً سب سے آخر میں لاہور آ کر اپنے صاحبزادہ مولانا عبد الرحمن صاحب سلمہ نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ کو ''حمد اللہ'' پڑھائی، **واللہ اعلم۔**

حضرت مفتی صاحب جب بیعت کے ارادہ سے خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں حاضر ہوئے اور حضرت حکیم الامت تھانوی کے دربار گوہربار میں حاضر ہو کر ''بیعت'' کی درخواست پیش کی تو حضرت طبیب ملت اور حکیم الامت تھانوی قدس سرہ السامی نے بیعت کیلئے تین شرطیں پیش فرمائیں۔

ایک شرط یہ تھی کہ آپ کسی قاری سے قرآن کریم کی تصحیح کرائیں، دوسری شرط یہ تھی کہ پہلے حنفی مسلک کے کسی عالم سے دوبارہ حدیث پڑھیں، تیسری شرط یہ تھی کہ پہلے میرے مجاز مولانا حکیم محمد مصطفی صاحب بجنوری کے پاس کم از کم ۲۵ خط لکھیں پھر وہ سارے خطوط مجھے دکھلائے جائیں۔

چنانچہ حضرت مفتی صاحب کی طلب صادق تھی، اتنی سخت ترین شرائط کو پورا کرنے کیلئے تیار ہو گئے ورنہ اس وقت دوسرے مشائخ طریقت بھی بقید حیات تھے جن کے یہاں بیعت کیلئے ایسی شرائط نہیں تھیں، مگر حضرت مفتی صاحب نے ان تمام شرائط کو خندہ پیشانی کے ساتھ قبول کیا اور تقریباً تین سال کا عرصہ ان شرائط کے پورا کرنے میں لگ گیا، چنانچہ استاذ القراء قاری کریم بخش صاحب سے حروف کی تصحیح اور مشق کی اور دورۂ حدیث دوبارہ حضرت العلام علامت حقانیت اسلام حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری اور دیگر اساتذہ کرام سے دار العلوم دیوبند میں پڑھا، دار العلوم دیوبند حنفی مسلک کا مرکز ہے۔

حضرت مفتی صاحب نے فلسفہ اور منطق کی کتابیں اپنے استاذ مولانا محمد معصوم صاحب ضلع ہزارہ کے موضع ڈھینڈہ سے پڑھی تھیں، جب وہ امرتسر مولانا عبد الجبار صاحب غزنوی کے مدرسہ میں مدرس ہو کر آئے تو مفتی صاحب ان کے ہمراہ امرتسر آ گئے اور مولانا عبد الجبار کے مدرسہ میں تعلیم مکمل کی، یہ مدرسہ مولانا عبد الجبار کے والد مولانا عبد اللہ صاحب نے غزنی سے آ کر یہاں جاری کیا تھا، اہل حدیث مکتب فکر سے تعلق تھا مگر ائمہ کرام کے حق میں باادب تھے، مشہور اہل حدیث عالم مولانا داؤد غزنوی لاہور میں انہی مولانا عبد الجبار صاحب کے صاحبزادہ تھے اور ان کے صاحبزادہ مولانا ابوبکر غزنوی تھے جنہوں نے اپنا اصلاحی تعلق حضرت مرشدی مولانا مفتی محمد شفیع صاحب سے قائم کر لیا تھا، عمر تھوڑی پائی لندن میں ایک حادثہ میں شہید ہو گئے تھے، مولانا محمد معصوم صاحب کی معیت سبب ہو گئی مفتی صاحب کے اہل حدیث سے علم حدیث پڑھنے کا۔

تیسری شرط بھی مسلسل دو سال تک حضرت مولانا حکیم محمد مصطفی صاحب کی خدمت بابرکت میں خطوط ارسال کر کے پوری کی۔

ان شرائط کی تکمیل کے بعد حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہ نے کسی مزید پس وپیش کے بغیر اصلاح کی درخواست قبول فرمائی اور ۱۱ ذوالحجہ ۱۳۴۳ھ میں آپ کو بذریعہ خط چاروں سلسلوں یعنی نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ اور قادریہ میں بیعت سے مشرف فرمایا اور ۱۳۴۷ھ سے قبل ہی بیعت وتلقین کی اجازت بھی مل گئی (ماخوذ از احسن السوانح)

حضرت اقدس حکیم الامت تھانوی کا اکثر یہ ہی طریقہ مبارکہ تھا کہ طالب بیعت کو پہلے اپنے کسی مجاز بیعت کے سپرد فرمادیتے تھے، اس میں حکمت ایمانی کے ماہر حکیم الامت کے پیش نظر کیا کیا حکمتیں اور کن کن مصالح کی رعایتیں تھیں ان کا علم تو کسی کو مشکل ہے مگر اتنی بات سب کے ہی ماننے کی ہے اس سے طالب کی جانچ اور اس کے تکبر کی اصلاح ضرور ہو جاتی تھی اور شاید اس طریقہ میں یہ حکمت بھی مدعیٰ تھی کہ اجازت یافتہ کا طریقۂ تربیت بھی معلوم ہو جائے۔

عام طور پر جب کسی مشہور اور بڑے شیخ سے تعلق بیعت ہو جاتا ہے تو نفس میں بڑائی کے پیدا ہونے کا امکان ہوتا ہے کہ ہم اتنے بڑے شیخ سے بیعت ہو گئے اور اس کو فخر یہ انداز سے بھی پیش کئے جانے کا مظنہ ہے، اس لئے بھی حضرت حکیم الامت تھانوی کی حکمت ایمانی کا تقاضا تھا کہ وہ اوّل وہلہ اور پہلی ہی مجلس میں تکبر وفخر کی بیخ کنی کر کے تواضع کا سبق دیں، اس نفسانی غائلہ کی پیش بندی کر دیں جس کی وجہ سے اپنے سے کم بلکہ برابر درجہ کے سامنے جھکنا ہی عار سمجھا جاتا ہے، خاص کر اہل علم کیلئے یہ طریقۂ اصلاح نہایت مفید ہے کہ ؎

تواضع زگردن فرازاں نکوست گدا گر تواضع کند خوئے اوست

گویا نفس کی اصلاح پہلی ہی مجلس سے شروع فرمادی گئی، اگرچہ بظاہر نظر باضابطہ اصلاحی تعلق بعد میں قائم ہوا مگر درحقیقت اصلاح باطن اور تزکیۂ نفس جو بیعت کا اصل مقصود ہے فوری طور پر ابھی سے شروع ہو گیا۔

حضرت مفتی صاحب اپنے شیخ کے حکم کی تعمیل میں دل وجان سے مصروف ہو گئے اور تمام شرائط کو پورا کر کے اپنی ''طلب صادق'' کا مکمل ثبوت مہیا کر دیا، بعد میں بیعت وتلقین کی اجازت کے باوجود ایسے فنافی الشیخ ہوئے کہ ہر مجلس میں حضرت تھانوی کا ہی ذکر، بات بات میں ان کے ہی ملفوظات کا تذکرہ رہتا تھا، کھانے کی مجلس ہو یا ملاقات کی مجلس ہو، کوئی مجلس حضرت تھانوی کے ذکر سے خالی نہیں رہتی تھی۔

بعد ظہر اپنی مجلس میں بھی اپنے ''ارشادات'' کی بجائے حضرت الشیخ حکیم الامت کے ہی ملفوظات پڑھنے کا حکم تھا، آپ کی مجلس میں حضرت تھانوی کے ہی ملفوظات پڑھے اور سنے جاتے تھے اور اس خدمت پر مولانا عبیداللہ صاحب کو مامور فرمایا ہوا تھا اور کچھ عرصہ عزیزم مولوی وکیل احمد شیروانی سلمہ ناظم مجلس کے ذمہ یہ خدمت رہی، اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب کو علمی اور عملی کمالات کے ساتھ حافظہ بھی بہت عمدہ عطا فرمایا تھا، حضرت تھانوی کے ملفوظات بہت یاد تھے ان کو بالفاظہٖ نقل فرماتے تھے، اس میں عشق ومحبت کا بھی بڑا دخل تھا، اس کو دیکھ کر حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشق ومحبت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ان حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور حالات کو کس درجہ بعینہٖ انہی الفاظ میں محفوظ فرمایا تھا، یہ اسی عشق ومحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا ثمرہ تھا جو ان کے رگ رگ میں سما گئی تھی، واقعی من احبّ شیئا اکثر ذکرہ کے صحیح مصداق حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تھے۔

حدیث میں اشغال رکھنے اور پڑھنے پڑھانے والے جانتے ہیں کہ صحابہ کرام جب کسی حدیث کو نقل فرماتے تو اس وقت کی کیفیت وحالت کا بھی پورا نقشہ کھینچ دیتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں تشریف فرما تھے، کس سواری پر سوار تھے، کس حالت میں تھے اور الفاظ کو بھی بعینہٖ نقل کرنے کی کوشش فرماتے تھے، اسی لئے جابجا احادیث کی نقل وروایت میں جس جگہ تردد ہوتا تھا اس جگہ الفاظ وغیرہ سے اپنے ہی تردد کا اظہار بھی فرمادیا گیا ہے، یہ غایت درجہ کا احتیاط اور نہایت درجہ کے عشق ومحبت کا ہی نتیجہ تو تھا۔

ایک مرتبہ یہ احقر حضرت مفتی صاحب سے لاہور میں رخصتی کا مصافحہ کر رہا تھا، احقر کا ہاتھ پکڑ کر حضرت تھانوی کا ایک ملفوظ نقل فرمایا اور بڑے زوردار لہجہ میں فرمایا کہ ''یہ حضرت کے الفاظ ہیں محمد حسن اگر چاہے بھی تو ایسے الفاظ نہیں بنا سکتا'' یہ غایت درجہ کی کسر نفسی اور تواضع اور فنائیت کا مقام تھا، اسی فنافی الشیخ کی ایک جزئی ہے کہ احقر نے جب حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں تجدید بیعت کیلئے عریضہ لکھا چونکہ احقر کی پہلی بیعت حضرت حکیم الامت تھانوی سے تھی تو اس پر ارقام فرمایا ''بیعت

وہی کافی ہے'' اور اصلاحی تعلق کی اجازت دے دی اور تسبیحات وغیرہ کی بھی تعلیم دی، تجدید بیعت نہ کرنا یہ اپنے ساتھ وہی فنائیت کا غلبہ تھا ورنہ تجدید میں کچھ حرج نہ تھا، چنانچہ حضرت مفتی صاحب کی وفات کے بعد حضرت مولانا شاہ عبدالغنی پھولپوری نے احقر کی درخواست پر تجدید کر کے اصلاحی تعلق کی اجازت دی تھی، بہر حال :

ع ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است۔

حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری بھی حکیم الامت تھانوی کے روحانی باغ کے عجیب وغریب پھول تھے، حضرت تھانوی حضرت پھولپوری کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کرتے تھے کہ ہماری فوج تو پھولپور میں ہے، وہ بنوٹ کے بہت ماہر تھے، تھانہ بھون میں تشریف لایا کرتے تھے اور احقر کا بچپن تھا وہاں بھی زیارت ہو جاتی تھی، فرمایا کرتے تھے کہ پانچ سو آدمیوں کیلئے میں اکیلا کافی ہوں۔

حضرت تھانوی نے حضرت پھولپوری کے گاؤں کی مناسبت سے وہاں کے مدرسہ کا نام ''روضۃ العلوم'' رکھا تھا ''پھول'' تو روضہ، باغ میں لگتے ہیں اور دوسرے سرائے میر کے مدرسہ کا نام ''بیت العلوم'' رکھا تھا کہ بیت کو سرائے سے مناسبت ہے، حضرت تھانوی نام رکھنے کے تو بادشاہ تھے۔

بمصداق الشیء بالشیء یذکر حضرت مرشدی پھولپوری کا تذکرہ آ گیا ہے، آپ کی سوانح آپ کے لائق وفائق خلفاء ومتوسلین بحمد اللہ لکھ رہے ہیں اور لکھتے رہیں گے اور یہ انہی حضرات کا حق بھی ہے، یہ احقر تو ان حضرات کے ساتھ اس ادنیٰ نسبت کے اظہار سے بھی شرمندہ ہے۔

ع نسبت بسگِ تو کردم وبس منفعلم

اس جگہ اصل واقعہ بیعت حضرت مفتی محمد حسن صاحب امرتسری کا تذکرہ کرنا مقصود ہے، اس کی تین شرطوں کا کسی قدر تذکرہ ہو چکا اب چوتھی بات کا تذکرہ کیا جاتا ہے، حضرت حکیم الامت تھانوی کو جب علم ہوا کہ حضرت مفتی صاحب کی دو اہل خانہ ہیں تو فرمایا کہ مجھے اطمینان دلاؤ کہ دونوں گھر والے آپ سے خوش ہیں۔

حضرت مفتی صاحب فرماتے تھے کہ اس پر چھ ماہ صرف ہوئے، کبھی ایک گھر سے اور کبھی ان کے متعلقین سے لکھوا کر لے جاتا، کبھی دوسرے گھر سے کہ ''ہم ان سے خوش ہیں'' تو حضرت تھانوی فرماتے کہ ابھی میری تسلی نہیں ہوئی، چھ ماہ بعد اس آزمائش میں کامیابی ہوئی (ماخوذ از احسن السوانح)

یہ عدل بین الزوجین کا سبق اور ادائے حقوق کی تلقین اور عملی تربیت تھی جس کی طرف حضرت حکیم الامۃ تھانوی کی خصوصی توجہ رہتی تھی اور اپنے متعلقین پر بھی گہری نظر رکھتے تھے کہ وہ ادائے حقوق میں کسی قسم کی کوتاہی تو نہیں کر رہے، عام طور پر اس میں غفلت سے کام لیا جاتا ہے، اس لئے حضرت تھانوی کو اس پر اطمینان کرانے میں چھ ماہ کا عرصہ دراز گزرا اور بڑی مشکل سے یہ اطمینان حاصل ہوا، معاملہ نازک تھا بیویوں کی طرف سے شرما شرمائی میں خوشی کے اظہار کا بھی احتمال تھا اس لئے حضرت تھانوی کی تسلی نہیں ہوتی تھی، اسی کو الصیانہ ص ۳۹ پر واقعۂ بیعت کے ضمن میں بے تکلفی اور سادگی کے انداز میں از راہ تفنن ان لفظوں میں بیان کر دیا گیا کہ ''یہ خط سند کا لائیے کہ یہ مولانا مجھ کو آرام سے رکھتا ہے پٹائی نہیں کرتا، انڈا کھلاتا ہے اور ڈنڈا پلاتا ہے اور ڈنڈا نہیں لگاتا'' الخ (الصیانہ ص ۳۹) بعینہ یہ الفاظ حضرت تھانوی کے نہیں ہیں۔

یاد پڑتا ہے کہ اس واقعہ میں کسی اہلیہ کی طرف سے حقوق معاف کرنے کا بھی حضرت تھانوی کی خدمت میں تذکرہ آیا تھا، اب یہ جزم سے یاد نہیں کہ احقر نے یہ کس سے سنا تھا۔

حضرت تھانوی نے فرمایا کہ نفقہ وغیرہ زوجہ کے حقوق شیئا فشیئا یعنی تھوڑا تھوڑا کر کے واجب ہوتے ہیں، جتنا زمانہ گزرتا جاتا ہے اسی قدر واجب ہوتے جاتے ہیں، ایک دم واجب نہیں ہوتے، البتہ اگر قاضی نے نفقہ مقرر کر دیا ہو یا میاں بیوی دونوں نے مقرر کر لیا ہو تو وہ واجب ہو جاتا ہے، ورنہ جتنا زمانہ گزرتا جائے گا اس کا نفقہ واجب ہوتا جائے گا، جب تک زمانہ نہیں گزرے گا اتنے کا نفقہ واجب نہیں ہو گا اور جو چیز ابھی واجب ہی نہیں ہوئی اس کا معاف کرنا بھی صحیح نہیں، معافی تو اس چیز کی صحیح ہوتی ہے جو واجب ہو چکی ہو، جو چیز ابھی تک واجب ہی نہیں ہوئی اس کی معافی کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟

جتنی مقدار واجب ہوتی رہے گی اتنی معاف ہوتی رہے گی، اس لئے اہلیہ کو یہ مسئلہ بھی بتانا چاہئے کہ آئندہ کے حقوق معاف کرنے سے آئندہ کے حقوق ہمیشہ کیلئے معاف نہیں ہو جاتے، اس کو رجوع کرنے اور دوبارہ اپنے حقوق کے مطالبہ کا حق حاصل رہتا ہے، اس کو یہ مسئلہ بتلاؤ وہ یہ سمجھتی ہوں گی کہ میں نے حقوق معاف کر دیئے ہیں اب میں دوبارہ ان کا مطالبہ نہیں کر سکتی ہمیشہ کیلئے مجبور ہو گئی۔

خلاصہ یہ ہے کہ جو حقوق واجب ہو چکے ہیں مثلاً مہر وہ تو معاف ہو جاتے ہیں مگر جو آئندہ واجب ہوں گے ان کی معافی قبل از وجوب نہیں ہوتی، البتہ وہ جس

قدرواجب ہوتے جائیں گے معاف ہوتے جائیں گے اور حقوق کے مطالبہ کرنے کا حق زوجہ کو حاصل رہے گا جب چاہے رجوع کرسکتی ہے۔

سبحان اللہ! حضرت حکیم الامت تھانوی کی یہ حکیمانہ عمیق اصلاح کیسی عجیب ولطیف ہے کہ اس کی طرف اکثر ذہن نہیں جاتا اور ہم جیسے پڑھے لکھے کہلانے والے لوگوں کو بھی اس طرف بہت کم توجہ ہوتی ہے اور عام طور پر یہی سمجھ لیا جاتا ہے کہ معاف کرنے کے بعد بیوی کو دوبارہ مطالبہ کا حق نہیں ہے، اس پر تنبیہ کیلئے اس جگہ اس کا ذکر ضمناً کردیا گیا ہے، تفصیلات کتب فقہ میں ہیں۔

فی الدّر المختار والنّفقة لا تصیر دینا الاّ بالقضاء او الرضا الٰی قوله فقبل ذٰلک لا یلزمه شیء الخ (امداد الفتاویٰ ج ۲ ص ۵۲۷)
(ولو ترکت قسمها) بالکسر ای نوبتها (لضرتها صح ولها الرجوع فی ذٰلک) فی المستقبل لانه ما وجب فما سقط (شامی ج ۲ ص ۴۳۵)